ڈاکٹر سمیرا بشیر
انچارج شعبہ اردو، جامعہ اردو، کراچی
ڈاکٹر ثمرینہ لیاقت
معاون استاد، شعبہ اردو، جامعہ اردو کراچی
شمع عاقل
ریسرچ اسکالر شعبہ اردو جامعہ، کراچی

اردو افسانوں پر ماحولیات کے اثرات کا تحقیقی جائزہ

Dr. Sumera Bashir
Incharge Department of Urdu, Urdu University, Karachi.
Dr. Samreena Liaqat
Co-Teacher, Department of Urdu, Urdu University, Karachi
Shama Aqil
Research Scholar, Department of Urdu, Urdu University, Karachi.

An Analysis of Ecological Effects on the Urdu Short Story

The literal meaning of Ecology is surrounding it means all the things that effect the living beings. It is called Ecology.In fact, the study of Ecology comprises of the study of Biology, Mathematics, Geology, Geography, History, Economics, Fine Arts, Geological Science Water study.Through the study of ecology, we become aware of all the characteristics, processes, elements, qualities and weaknesses of our surroundings. As the world makes progress in the field of scientific technology, the industrial advancement and intensity of seasons, water pollution atomic explosions and the depletion of the ozone layer are such activities/processes which have made a negative impact on the ecology.The Earth becomes useless with natural disasters such as famine, earthquakes, floods and heavy rainfalls.These Ecology course has not brought about changes on the earth heavens, atmosphere and rivers in the present times only, but have been active since ancient times. For instance, the people of HazratSalehwere destroyed because of an earthquake, the prophet

looth's people were destroyed by stones, and the people of HazratNooh were met with destruction by a severe black storm.Ecology changes not only effect the earth, atmosphere or rivers etc., but they make a deep effect on the human behavior.Besides debates, demonstrations and rallies, newspapers and magazines, posters books, media and literature is an effective source of giving environmental awareness.Our story writers have given attention to the effects brought about on human behavior due to the intensity of seasons, famine struck earth and atomic explosions and have made it a theme for their short stories.

Keywords: *Short Story, Ecology, Geological Science, Atomic Explosions, Earthquake.*

ماحول کے لغوی معنی ارد گرد کے ہیں یعنی ہر وہ چیز جو جاندار پر اثر کرتے ہے اسے ماحول کہتے ہیں۔ ماحول کا مطالعہ در اصل حیاتیات، ارضیات، جگرافیا، تاریخ، معاشیات، حیاتیات کی فنون، ارضی سائنس اور آبی علوم کے مطالعہ پر مشتمل ہے۔

ماحولیات کی مطالعہ سے ہمیں ماحول کے تمام عوامل، اجزاوعناصر اور ان کی خصوصیات وکمزوریوں کا پتہ چلتا ہے۔ جہاں دنیا سائنس کی ٹیکنالوجی کی میدان میں ترقی کر رہی ہے۔ وہاں صنعتی ترقی اور کچھ موسموں کی شدت، آبی آلودگی، ایٹمی دھماکوں، اوزون کی تہہ کا پتلا ہونا۔ ایسے عوامل ہیں۔ جنہوں نے ماحولیات پر بڑے برے اثرات ڈالے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی آسمانی آفتوں مثلاً قحط، زلزلہ، سیلاب، شدید برف باری سے بھی زمین ناکارہ ہو جاتی ہے۔

یہ ماحولیاتی عوامل صرف موجودہ دور میں ہی نہیں بلکہ زمانہ قدیم سے زمین آسمان فضا اور دریاوں میں ایسی تبدیلیاں لائے ہیں۔ جس سے بہت سے قومیں تباہ وبرباد ہو گئیں۔ مثلاً حضرت ثمود صالحؑ کی قوم زلزلے کی وجہ سے، حضرت لوطؑ کی قوم پتھروں کی بارش سے، قوم عادؑ شدید کالی آندھیوں سے اور حضرت نوحؑ کی قوم شدید دریائی طوفان کی وجہ سے نیست ونابود ہوئی۔

اسی ماحولیاتی تبدیلیاں صرف۔ زمین، فضا۔ دریائوں وغیرہ پر ہی اثر انداز نہیں ہوتی بلکہ انسانی مزاج پر بھی اس کے گہرے اثر پڑتے ہیں۔

مزاکرے، مباحثے۔ جلوس کے علاوہ اخبارات، رسائل پوسٹر کرتے ہیں اور دوسرے ذرائع ابلاغ کے علاوہ ادب بھی ماحولیاتی شعور دینے کا موئثر ذریعہ ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ہمارے افسانہ نگاوں نے موسموں کی شدت ، قحط زدہ زمین اور ایٹمی دھماکوں کے انسانوں کے معاشی مسائل کے علاوہ اس کی نفسیات پر اثرات پر توجہ دی ہے اور ان مسائل کو اپنے افسانوں کے ذریعہ پیش کیا ہے۔

ہیروشیما اور ناگاساکی کی تباہی کو دنیا بھر کی عوام دانشوروں اور ادیبوں نے بڑی شدت سے محسوس کیا۔ ہمارے ادیبوں نے اس موضوع پر مختلف زبانوں میں مختلف تخلیقات پیش کی گئی۔ اردو ادب میں بھی اس موضوع پر مختلف ادیبوں نے اپنے خیالات کو اپنی تخلیقات کے ذریعے پیش کیا۔ اس پر ڈاکٹر طاہرہ اقبال نے یہ تبصرہ کیا ہے۔

”۔۔۔ہیروشیما اور ناگاساکی کی تباہی پر دنیا بھر کے دانشوروں اور ادیبوں کا ردعمل بھی اتنا ہی شدید تھا۔ انگریزی اور دیگر زبانوں میںناول ڈرامے کہانیاں اور شاعری موجود ہے۔ تو اردو ادب میں بھی ان سبھی اصناف میں اس ہولناکی کی بازگشت پائی جاتی ہے۔“ (۱)

احمد ندیم کاسمی نے بھی اس ہیروشیما کی ایٹمی دھماکے کے جانی اور مالی نقصان پر شدید افسوس کا اظہار کیا اور اپنے افسانے ہیروشیما سے پہلے اور ہیروشیما کے بعد میں اس ایٹمی دھماکے سے متاثر ہونے والوں کے جانی و مالی نقصانات اور اس کے نفسیاتی اثرات کو بڑے باکمال انداز میں پیش کیا۔ اس افسانے کا پس منظر دراصل جنگ عظیم دوم ہے۔ احمد ندیم قاسمی نے اس جنگ میں ہونے والے واقعات کو اس افسانے کے ذریعے پیش کیا۔

”انہوں نے معاشرے پر جنگ کے گہرے اثرات، اس کی ماہیت کو تخلیقی غور و فکر کے بعد جو آفاقیت بخشی ہے اور جس ہمہ گیر انداز سے جنگ کی آگ جھلسنے والی انسانیت کو پیش کیا ہے۔ اس کی پرچھائیں بھی بڑے اردو کے افسانوں میں پیش نہیں آتی۔ (۲)

احمد ندیم کاسمی کے اس افسانے میں بارش کی کمی اور دریائے سندھ میں پانی کی سطح دن بادن کم ہونے کی وجہ سے ہماری فصلوں کا نا اگنا یا تباہ ہو جانا یا پھر فصل تباہ ہونے کے خطرے سے کسانوں کا خوف زدہ ہونے کا ذکر کیا ہے۔

افسانے کا مرکزی کردار شمشیر خان شاداں اور دلیر جبکہ شہباز اور پٹواری کا کردار بھی کہانی کو آگے بڑھانے میں شامل ہے۔

اپنے بیٹے دلیر کی شادی پر بے جا خرچہ اور نمود و نمائش کے بعد شمشیر خان ایک مہاجن کا قرض مقروض ہو گیا اور جب اس نے زمینیں اجڑی ہوئی دیکھیں تو سوچا

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"۔۔۔ پہلے سندھ کے پانیوں سے اس کی زمینوں پر ہر سال زندگی کی تازہ تہیں پھیل جاتی تھیں۔۔۔ لیکن اب سندھ سے ایک بہت بڑی نہر نکالی جارہی تھی اور دریا سمٹ اور ہٹ کر بہت دورِ پہاڑوں کے قدموں میں رینگ رہا تھا۔ چٹختی ہوئی شور زمینوں پر جب وہ مٹر کا اکادکا پودھا دیکھتا اور ڈھوڈنگر ۔۔۔ پودوں کی تلاش میں مارے مارے پھرتے تو وہ بہت دکھی ہو جاتا۔"(۳)

شمشیر خان کو ان حالات میں اچھی فصل اگنے کی امید نہ تھی۔ اسے قرض اتارنے میں جتنی جلدی تھی۔ اچھی فصل اگانے اور اس سے نفع کمانے کے آثار اتنے ہی کم تھے۔ لہذا شمشیر خان کے ذہن میں ترکیب آئی کہ اپنے بیٹے کو جنگ عظیم دوم میں لڑنے کے لئے بھرتی کروادے۔

دلیر کو جنگ لڑنے کے لئے ایک ملک سے دوسرے ملک جانا پڑتا کبھی حالات اچھے ہوتے تو شمشیر شاداں اور دلیر کی امید بن جاتی کہ وہ شائد جلد ہی وطن لوٹ آئے گا۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ آخر میں جب امریکہ نے جاپان کے شہر ہیروشیما پر حملہ کیا تو گائوں کے لوگ اور شمشیر یہ سمجھے کہ شائد جنگ کا خاتمہ ہو گیا ہے۔

جب امریکہ نے ہیروشیما پر بمباری کی تو دلیر بھی جاپان میں ہی تھا۔ گائوں کے ذیل دار نے ایٹمی دھماکے کی طاقت کے بارے میں بتایا کہ

"۔۔۔ اس کی طاقت ۵ لاکھ ۶۰ ہزار من بارود کے برابر ہوتی ہے۔ جب ہیروشیما پر بم گرا تو جو لوگ باہر تھے وہ وہی دم توڑ گئے جو اندر تھے وہ۔۔۔ تڑپ پھڑک کر رہ گئے۔۔۔ بم گرا تو سات آٹھ میل اونچا دھوئیں کا منارا ابھر آیا۔ ہیروشیما بالکل مٹ چکا تھا۔"(۴)

اتنے بڑے پیمانے پر تباہی کے بعد جنگ ختم ہوگئی لیکن صرف جنگ ہی ختم نہ ہوئی بلکہ دلیر بھی ختم ہو گیا اور بہت سے ایسے رشتہ بھی ختم ہو گئے اور جو لوگ ایک عرصہ سے اپنے پیاروں کا جنگ سے لوٹنے کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کی امید اور انتظار بھی ختم ہو گیا۔

سار گام کے بھوکے

راجندر سنگھ بیدی کے افسانوں میں سماجی حقائق کے ساتھ ساتھ ان کی ذہانت اور علمیت بھی کار فرما ہوتی ہے۔ ان کا افسانہ "سار گام کے بھوکے" بنگال کی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ جس میں انھوں نے تمام حقائق کو بڑی سچائی اور جرات مندی سے پیش کیا ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

''بیدی کی علمیت وذہانت ان کی اعلیٰ فنکاری، معیاری نثر نگاری کا لوہا ادبی حلقوں نے مانا۔[۵]

راجندر سنگھ بیدی کے افسانے سار گام کے بھوکے میں سار گام اور جمبو گھوڑا میں لوگوں نے قحط کے دنوں میں بھوک سے تنگ آکر درختوں کے پتوں اور چھالوں سے بھی پیٹ بھرنے کی کوشش کی لیکن ایک دن سار گام اور اس کے آس پاس کے قصبے خالی ہوگئے۔ سار گام نے ایک عرصہ تک بارش نہ ہونے کی وجہ سے اناج وغیرہ نہ اگ سکا جس کی وجہ سے اس گائوں اور اس کے آس پاس کے قصبوں میں قحط پڑ گیا۔ شدید بھوک اور پیاس کی وجہ سے روز روز موتیں واقع ہونے لگی۔ لیکن گائوں کی پولیس کے ایک سپاہی مقدم نے یہ بات ہر جگہ مشہور کر دی کہ گائوں کے لوگ بھوک پیاس سے نہیں بلکہ زیادہ کھانے سے مرتے ہیں۔

اس قحط میں گووند کی بیوی بھی مر گئی لیکن مقدم کے خوف سے انہوں نے اپنی درج کروائی ہوئی رپورٹ واپس لے لی اور یہ کہا کہ یہ زیادہ کھانے سے مری۔ لیکن گووند کی بیٹی اصل حقیقت کو چھپانا نہیں چھاتی تھی وہ اپنی زندگی اور عزت دائو پر لگا کر مقدم کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

''۔۔۔ میری ماں بھوک سے مری ہے میں اس کی رپٹ لکھوائوں گی۔۔۔ میری ماں ہی نہیں
سار گام کے آٹھ آدمی بھوک کے مرے ہیں۔ انہیں ہیضہ نہیں ہوا انہوں سبتلا نہیں کھایا۔ وہ
بھوک کے مرے ہیں۔۔۔ دنیا جہاں کو خبر دوں گی۔''[۶]

سار گام کے علاوہ قصبہ ''جمبو گھوڑا'' میں بھی قحط کی وجہ سے کئی لوگ مر چکے تھے۔ لیکن یہاں بھی مقدم اپنی دھونس جما کر لوگوں کے غلط بیانی کے لئے مجبور کرتا۔ اس نے پولیس کے دوسرے لوگوں کو بھی اپنی ساتھ ملا لیا۔

سب انسپکٹر کے اعتراض کرنے کے جواب مقدم نے اسے سمجھایا کہ میں ایسا نہ کرنے کی صورت میں پولیس کے کئی ملازمین کو برطرف کیا جاسکتا ہے۔ اسی گائوں میں ایک حلوائی کی دکان پر دو آدمیوں نے جلیبیاں کھانے کی شرط لگائی تھی اور اس مقابلے میں زیادہ جلیبیاں کھانے والا مر گیا تو مقدم اور دوسرے پولیس والوں کے لئے یہ بات بڑی خوشی کا سبب بنی۔

''اس نوجوان نے یوں مر کے گجرات تو کیا دیش بھر کی لاج رکھ لی تھی۔''[۷]

'''۔۔۔ ہماری موت بچ گئی۔۔۔ ایس۔ڈی۔او خوش ہوگا ڈپٹی کمشنر پھولا نہیں سمائے گا۔
بمبئی کی سرکار سند دے گی۔''[۸]

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

یہ خبر نمایاں ہوتی گئی اور اصل مسئلے یعنی قحط کو بے بنیاد اور افواہوں میں شمار کیا جانے لگا۔ یہاں تک کہ امریکہ کے اخباروں میں یہ کہا جانے لگا کہ

> "۔۔۔ہندوستان میں قحط کی خبریں بے بنیاد ہیں۔ بھوک سے موت کی خبریں مفسد پرداز کمنسٹوں نے اڑائیں ہیں۔ گجرات کا علاقہ جہاں سے بھوک کی موتوں کی خبریں آرہی ہیں۔ بسیار خوری کا شکار ہے۔۔۔ البتہ کسی کسی جگہ خوراک کی کمی ہے جس کی مدد پہنچانے کے بارے میں ہماری سٹیٹ پوری کوشش کر رہی ہے۔"(۹)

لیکن سار گام کے علاقوں میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ سار گام پورا خالی ہو گیا۔ کچھ لوگ جمبو گھوڑا اور کچھ گودھرا چلے گئے۔ حالات دونوں طرف اچھے نہ تھے لیکن گودھرا میں انصاف ملنے کے امکانات تھے۔ لہذا وینا اپنے گھر والوں کے ساتھ گودھرا چلی گئی۔ یہاں انگریز امداد کے لئے پہنچ گئے تھے۔ وینا اور اس کے باپ نے ان سے مدد چاہی لیکن امریکن کا کہنا تھا کہ وہ اس بات کی تحقیق کرے گا۔ کہ لوگ زیادہ کھانے سے مریں ہیں یا بھوکا رہنے سے۔ گووند نے التجا کی کہ

> "۔۔۔سب یہی جانتا ہے کہ ادھر لوگ جیادہ کھایا اور مر گیا۔ بھگوان یہ کوئی نہیں جانتا نہ کھایا اور کتنا آدمی مر گیا۔"(۱۰)

سار گام کے لوگوں کی طرح وینا اور اس کے باپ گووند نے بھوک مٹانے کے لئے ہر طرح کے جتن کر ڈالے لیکن سوائے موتوں میں اضافے کے کچھ نہ ہو سکا اور ایک دن ایک لنگر سے وینا کو کھانا ملا تو گووند نے ساری زندگی کی بھوک مٹانے کی کوشش میں اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

اور یوں اناج بھی بچ گیا پولیس والوں کی نوکریاں بھی محفوظ رہی نقصان اٹھایا تو غریب عوام نے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"پوس کی رات"

پوس کی رات میں پریم چند نے ایک زمیندار کے ظلم اور مزارع ھلکو کی مظلومیت کے بارے میں لکھا ہے۔

ھلکو اسکی بیوی منّی اور زمیندار شہنا افسانے کے خاص کردار ہیں۔

ھلکو زمیندار کا فرمابردار اور اطاعت گزار ملازم تھا لیکن اس کے باوجود زمیندار اس سے خوش نہ تھا۔ ھلکو زمیندار کا تین روپے کا مقروض تھا۔ ھلکو نے بڑی مشکل سے تین روپے جمع کئے تھے۔ تاکہ سردیوں کے موسم میں کمبل خرید سکے۔ لیکن زمیندار بضد تھا کہ ھلکو فوری طور پر اس کا قرض اتارے شدید سردی کے خوف سے ھلکو کی بیوی بھی فوری طور پر تین روپے لوٹانا نہیں چاہتی تھی لیکن زمیندار نے اپنی بات منوا کر ہی دم لیا اس تلخ حقیقت پر مانک ٹالا نے ان الفاظ میں تبصرہ کیا ہے۔

> ۔"اس نے پیسہ پیسہ جوڑ کر معمولی نیا کمبل خریدنے کے لیے جمع کیے تھے اپنی بیوی کے منع کرنے کے باوجود اپنے قرض خواہ شہنا کے حوالے کر دیتا ہے کیونکہ وہ عزت نفس کو شینا کی گالیوں پر ترجیح دیتا ہے"[۱۱]

ھلکو نے تین روپے تو لوٹا دیئے لیکن جب شدید سردی میں اسے زمیندار کے کھیتوں میں سونا پڑا تو اسکی تمام فرمانبرداری اور اطاعت گزاری دھری کی دھری رہے گئی اور اس میں باغ میں گرے ہوئے سوکھے پتوں کو آگ لگا دی ان پتوں کی گرمی سے ھلکو اور اس کے کتے کو اتنا سکون ملا کے دونوں کو آس پاس کی کوئی خبر نہ رہی۔

> "لیکن ھلکو کو دل کی گہرائیوں میں یہ بات معلوم ہے کہ یہ لمحاتی خوشی اسے کتنی مہنگی پڑے گی اسے محنت مزدوری کر کے اجڑی ہوئی فصل کی مال گزاری ادا کرنی پڑے گی"[۱۲]

صبح جب ھلکو کی بیوی نے آکر اسے جگایا تو بھی اسے کوئی پشیمانی نہیں ہوئی بلکہ اسے یہ احساس ہوا کہ اپنی زندگی عزیز ہونی چاہیئے مزدوری نہیں۔

پریم چند اس افسانہ میں یہی بات ثابت کرنا چاہ رہے ہیں کہ بعض اوقات موسم کی شدت انسانی نفسیات اور مزاج پر بڑی اثر انداز ہوتی ہے جیسا کہ ھلکو جو ایک عرصہ سے زمیندار کا فرمانبر دار تھا شدید سردی کے موسم میں اس کی ہمت اور برداشت ختم ہوگئی اس سے اپنی مزدوری جانے کا بھی ڈر نہ رہا اور نہ ہی زمیندار کی لعن طعن اور گالیوں کا خوف اسے کھیتوں میں آگ لگانے سے روک سکا اور ایک ہی دن کی پر سکون نیند حاصل کر کے خوشی محسوس کرنے لگا۔ اس کی یہ خوشی دیکھ کر اس کی بیوی نے یہ مشورہ دیا کہ

"اب تم کھیتی چھوڑو۔ مزدوری میں سکھ سے ایک روٹی تو کھانے کو ملے گی کسی کی دھونس تو نہ رہے گی۔"(۱۳)

"اَن داتا"

کرشن چندر کا افسانہ ان داتا بھی بنگال کے قحط کے موضوع پر لکھا گیا ہے جہاں اناج کی شدید کمی یا اناج کی بھاری قیمت نہ ادا کرنے کے سبب مرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ان مرنے والوں کے لئے معاشرے کے اعلیٰ اور متوسط طبقے کے لوگوں کے مختلف احساسات تھے۔ جس میں ان کی مدد کرنے کا سوچا جا رہا تھا۔ لیکن عملاً کچھ بھی نہ تھا۔ مرنے والوں میں نچلے طبقے کے لوگ تھے۔ جو قحط بھوک اور افلاس کی ہر تکلیف سے گزر رہے تھے۔

"۔۔۔ یہاں مختلف سطحوں پر انسانیت کا زوال دکھایا گیا ہے۔ اس میں وہ اعلیٰ طبقہ ہے جسے دنیا جہاں کی نعمتیں موثر ہیں۔ اس میں درمیانہ طبقہ بھی ہے جس کے دل میں نچلے طبقے کے لئے ہمدردی و خلوص کے جھوٹے جذبات ہیں اور آخر میں وہ نچلا طبقہ ہے جو اس ساری المیہ داستان میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ اور حالات کی چکی میں پستا ہے انسانیت کے زمرے سے خارج ہو گیا ہے۔"(۱۴)

افسانہ تین ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اول وہ آدمی جس کے ضمیر میں کانٹا ہے۔

باب دوم وہ آدمی جو مر چکا ہے۔

باب سوم وہ آدمی جو زندہ ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

افسانے کے پہلے حصے کا واحد متکلم کردار ایک غیر ملکی قونصل کو مکتوبات لکھتا ہے جس میں ۸ / اگست سے لے کر ۲۵ نومبر تک مختلف مکتوبات میں کلکتہ میں قحط سے متاثر ہونے والے لوگوں کے بارے میں مختلف تا ریخوں کو رونما ہونے والے اہم واقعات کے بارے میں لکھا گیا ہے۔ مثلاً

"آج سیاسی حلقوں نے قحط کی تردید کر دی ہے۔ بنگال اسمبلی نے جس میں ہندوستانی ممبر وں اور وزرا کی کثرت ہے آج اعلان کر دیا ہے کہ کلکتہ اور بنگال کا علاقہ قحط زدہ نہیں ہے"(۱۵)

دوسرا باب " وہ آدمی مر چکا ہے" کے عنوان سے ہے اس افسانے کا واحد متکلم کردار اپنی زندگی ایک طوائف کے ساتھ عیش و عشرت سے گزار رہا ہے۔ اسے بنگال کے قحط زدہ لوگوں سے ہمدردی ہے اور وہ ان کی مدد بھی کرنا چاہتا ہے لیکن زندگی کے مزے لوٹنا اس کی اولین ترجیح ہے

تیسرا باب " وہ آدمی ابھی زندہ ہے" کے عنوان سے ہے افسانے کے اس حصہ میں دراصل قحط زدہ اور سوکھڑے کی بیماری سے متاثر ہونے والوں کے زندگی کی پیش کیا گیا ہے۔ واحد متکلم کردار، جل پری اور ان کی بیٹی اس حصے کے کردار ہیں۔ افسانے کے اس حصے کے لوگ بھوک پیاس اور غربت سے تنگ آکر تمام رشتوں کو فراموش کرنے پر مجبور ہیں اور اپنا پیٹ بھرنے کے لیے اپنی اولاد عزت غیرت سب کچھ کرنے کو تیار ہیں۔ پریم چند کے اس افسانے پر گوپی چند نارنگ نے یوں تبصرہ کیا ہے۔

"۔۔۔انسانی المیہ اس منزل تک پہنچ جاتا ہے جہاں پیٹ اور بھوک کی خاطر انسان سب کچھ کرنے کے لیے مجبور ہو جاتا ہے یہاں تک کے وہ چند سکوں کے عوض اپنے جگر پاروں کو بھی نیلام کر ڈالتا ہے"۔(۱۶)

افسانہ کے کردار جل پری بھی ایک دن قحط سے تنگ آکر اپنی بیٹی کو فروخت کرنے کا سوچتی ہے لیکن ایسے سوچنے اور نہ چاہتے ہوئے بھی شوہر سے اس بات کا ذکر کے اپنی نظروں سے گر جاتی ہے۔ ضمیر کے کچوکے اور مامتا سے زیادہ دن زندہ نہیں رہنے دیتے اور وہ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے اس کی موت پر واحد متکلم کردار ان الفاظ میں افسوس کرتا ہے۔

"۔۔۔مجھے اس کے مر جانے کا مطلق افسوس نہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ اس کی مامتا ہی مر گئی۔(۱۷)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

قدرت اللہ شہاب کا افسانہ "یا خدا" اگرچہ فسادات کے تناظر میں لکھا گیا ہے لیکن اس افسانے کے دوسرے حصے "رب المشرقین" میں شدید بارش اور سردی کے موسم مہاجر کیمپ کے رضاکارو ں کی بے حسی کو بیان کیا ہے جو شدید بارش اور سردی ہونے کے باوجود کمبل اور رضائیاں دینے کے بجائے ان کی بے بسی کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔

" مینہ کی بوندیں دلشاد کے بدن میں بندوق کے چھروں کی طرح پیوست ہوگئی تھی اس سے یوں محسوس ہوا تھا جیسے امریک سنگھ، سورکھ سنگھ، دریا سنگھ کی کرپانیں اس کے جسم کو چھید رہی ہیں ۔۔۔ دلشاد نے سوچا کے اگر وہ دادا سے پوچھ کر اپنی لڑکی کو محمود اور زبیدہ کے کمبل میں لیٹا دیے تو شاید اس غریب کی جان کو کچھ سہارا مل جائے ۔۔۔ لیکن دادا کا خاکی جسم سردی اور گرمی کے احساس سے بے نیاز ہو گیا" (۱۸)

مہاجر کیمپ میں دلشاد، دادا، محمود اور زبیدہ کے علاوہ بہت سے لوگ تھے۔ سردی اور بارش کی سختی کو جھیل رہے تھے۔ لیکن انسانیت کا درس دینے والے رضاکار ان کی پریشانیوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو موسم کی سختیوں ارضی اور سماجی آفتوں کی تکالیف کو سمجھتے ہوئے بھی جب دوسروں اور خاص طور پر خواتین پر ان آفتوں کے اثرات دیکھتے ہیں تو بڑا لطف اٹھاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں ممتاز شیریں نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ

" ۔۔۔اس کہانی کا المیہ یہ ہے کہ مشرقی پنجاب میں ظلم سہہ سہہ کر جب دلشاد اپنے روحانی وطن مغرب میں پناہ لینے آتی ہے تو اپنے بھی اس سے بے گانوں کا سا سلوک رکھتے ہیں۔ اپنوں اور بیگانوں سے اس سے وہ صدمے اٹھائے ۔۔۔ کہ اب اس کا ضمیر مر چکا ہے۔" (۱۹)

تنہائی کے مکان میں (زاہدہ حنا)

زاہدہ حنا کا یہ خوبصورت افسانہ بھی ہیروشیما میں ۶۔ اگست۔ ۱۹۴۵ میں ہونے والے بم باری کے بارے میں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے اثرات آج تک موجود ہیں۔

افسانے کی مرکزی کردار ماسومی ہیں جبکہ بن بری اور واحد متکلم کردار اس کے دوست ہیں۔

ماسومی (ہیاکوشا) یعنی جاپانیوں کے مطابق ایٹمی دھاکوں سے متاثر ہو چکی ہے اور زہر اس کے جسم میں سرایت کر چکا ہے۔ ۶۔ اگست ماسومی کی سالگرہ کا دن بھی ہے جس دن اس کے سارے بہن بھائی اسکول جا چکے تھے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

لیکن وہ اپنے ناساز طبیعت کی وجہ سے گھر میں رہی۔ اس کے والد دفتر جانے سے پہلے اسے گھڑی کا تحفہ دے چکے تھے جبکہ اس کی والدہ اس کے لئے کیک تیار کر رہی تھی کہ اچانک بارش ہونے کی وجہ سے وہ رسی سے کپڑے اتارنے کے لئے اپنے گھر کے باغ میں چلی گئی۔ اسی دوران آسمان میں مختلف رنگ نظر آئے جس کا ذکر انہوں نے افسانے میں یوں کیا ہے کہ

> "۔۔۔وہاں بادلوں کے ساتھ ساتھ تین بڑے غبارے تیر رہے تھے اچانک سارا آسمان گلابی روشنی سے بھر گیا اور روشنی بدلنے لگی نیلا، گلابی، سرخ، بھورا، زرد اور کاسنی اسی لمحے میں نے ماں کی چیخ سنی میں نے دیکھا اس کے ہاتھ میں سمٹے ہوئے کپڑے جانے کہاں چلے گئے تھے اور وہ خود سوکھی ہوئی لکڑی کی طرح جل رہی تھی۔۔۔ پھر میں سبزے پر ماں کے قریب جا گری آگ میرے بدن کے اندر سے گزر رہی تھی۔ [۲۰]

ماسومی جسے بارش سمجھ رہی تھی وہ بارش نہیں بلکہ امریکہ کا ایٹمی حملہ تھا۔ جس میں صرف ماسومی کا خاندان نہیں بلکہ ہیروشیما کا پورا شہر نیست و نابود ہو گیا۔ جسے ماسومی نے یوں بیان کیا۔

> "۔۔۔ میری آنکھ کھلی تو میں سیاہ سبزے پر تھی میرے گھر کی دیواریں۔۔۔ چھت نہیں تھی۔ ماں نہیں تھی آس پاس کچھ بھی نہیں تھا بس آگ دھواں تھا۔ راستے ہی نہیں رہے تھے۔ لوگ بے نور آنکھوں سے دیکھتے ہوئے اور جھلسے ہوئے پیروں سے چلتے ہوئے۔ سر جھکائے کسی ایک طرف جا رہے تھے۔۔۔ لاوے کے طرح ابلتا ہوا گوشت، چہروں، ہاتھوں اور پیروں سے لٹکتی ہوئی کھال۔ [۲۱]

ماسومی زندہ تو بچ گئی لیکن تنہائی اس کا مقدر بن گئی جہاں تک کے وہ جس سے محبت کرتی تھی وہ بھی اس خوف سے دور ہو گیا کہ وہ ہیباکوشا ہے۔

"خالی ہوا یہ دل"

فردوس حیدر کے اس افسانے میں ایٹمی دھماکوں اور آنے والے وقت میں لوگوں کے دلوں میں تیسری عالمی جنگ کے خوف کو بیان کیا گیا ہے۔

افسانے کا مرکزی کردار: نانا ان کا بیٹا اور واحد متکلم ہیں۔ افسانے کا کردار نانا اور واحد متکلم ایٹمی طاقت کے خلاف ہیں۔

افسانے کا مرکزی کردار اپنے گائوں کی بنجر زمین کی وجہ سے پریشان ہیں اور اس بات پر حکومت سے نا خوش ہے کہ وہ تھور زدہ زمین کے لئے ڈیم کیوں نہیں بنواتی اور وہ لوگوں کو بھی زور دیتے ہیں کہ حکومت کو اس طرف توجہ دلائیں اور خود بھی اکثر حکومت کو درخواستیں وغیرہ لکھ کر یا لوگوں کو جمع کر کرے سمجھاتے تھے۔

''کیا آپ کو پتہ ہے کہ میری آبپاشی کی وجہ سے زمین کی تہہ میں پانی کی سطح اونچی ہو جاتی ہے ا ور وہ مٹی کی نمکیات کو جذب کرلیتا ہے اور پھر یہ نمکین پانی زمین کی سطح پر اجاتا ہے جو زمین کے لئے زہر ہے۔''(۲۲)

افسانے کے مرکزی کردار نانا کا بیٹا ایک سرکاری افسر ہے اور نوکری جانے کے ڈر سے وہ اپنے والد کو اخباروں میں حکومت کے خلاف لکھنے سے روک دیتا ہے اور اپنے پاس اسلام آباد بلا لیتا ہے۔

انہی دنوں ہندوستان نے چاغی پر ایٹمی دھماکہ کیا جس کے نقصانات پر افسانے کے مرکزی کردار نے یوں تبصرہ کیا۔

''۔۔۔اس ایٹمی تجربہ سے جو حرارت پیدا ہوئی وہ ۱۰ لاکھ سینٹی گریڈ کے برابر تھی یعنی اس درجہ حرارت کے برابر جو سورج میں پایا جاتا ہے۔''(۲۳)

ایک طرف تو نانا اور متکلم کردار اور دوسرے بہت سے لوگ ایٹمی دھماکے سے خوف زدہ ہیں تو دوسری طرف کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ پاکستان کو بھی جواباً ایٹمی دھماکا کرنا چاہیے۔ نانا اس موقع پر بھی افسردہ اور بے چین ہوئے اور اپنے کالم اور مضامین کے جملے لوگوں کو یہ شعور دینے کی کوشش کی کہ

''۔۔۔لاہور اور امرتسر میں تیس میل کا فاصلہ ہے لاہور پر بم گرا تو پنجاب جل جائے گا اگر کراچی پر بم گرا تو راجستھان گجرات اور بمبی اس کی لپیٹ میں آئے گا۔

مذکورہ بالا افسانوں میں ماحولیات کے مختلف عوامل مثلاً قحط، بارش، شدید سردی، ایٹمی دھماکوں کے اثرات کے معاشرے پر اثرات کو بیان کیا ہے۔ یہ افسانے محض تخلیقی کاوش ہی نہیں بلکہ اس میں معاشرے پر موسموں کے مختلف اثرات کو بھی بیان کیا گیا ہے اس کے علاوہ ایٹمی دھماکوں کے دیرپا اثرات جب زمین پر ہوتے ہیں تو نہ صرف زمین بنجر ہو جاتی ہے بلکہ فضا بھی کیمیائی مادوں سے بھر جاتی ہے۔ جس سے انسانی صحت بری طرح متاثر ہوتی ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اسی طرح پانی کی زیادتی یا شدید کمی کی وجہ سے بھی زمین فصل اگانے کے قابل نہیں رہتی اور قحط پڑنے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

مذکورہ افسانوں کے علاوہ حجاب امتیاز کا افسانہ ''پاگل خانہ'' کرشن چندر کے ''ہوا کے بیٹے'' سلیم الرحمن کا'' راکھ''، حسن منظر کا ''زمین کا نوحہ''، ابن سعید کا'' ہیروشیما'' اور آصف فرخی کا'' زمین اظہار چاہتی ہے''۔ میں ماضی اور آنے والے دنوں میں ایٹمی دھماکوں سے ہونے والی تباہیوں کے خوف کو پیش کیا گیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ پاکستان اردو افسانہ، طاہرہ اقبال، فکشن ہاؤس، لاہور، حیدر آباد، کراچی۔ ۲۰۱۵ ص

۲۔ افسانہ نگار احمد ندیم قاسمی آثار وافقار (ڈاکٹر افشاں ملک) ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی ص ۱۶۱

۳۔ آبلے۔ افسانہ ہیروشیما سے پہلے، ہیروشیما کے بعد سنگ میل پبلیکیشن لاہور ۲۰۰۷ ص ۶۴

۴۔ ایضاً ص ۹۴

۵۔ راجندر سنگھ بیدی کی تخلیقات میں نسوانی کرداروں کا تجزیاتی مطالعہ- ڈاکٹر زاہدہ بی بی Vangamya Book علی گڑھ ص ۸۴

۶۔ اپنے دکھ مجھے دے دو افسانہ،'' سار گام کے بھوکے'' راجندر سنگھ بیدی، نیا ادارہ لاہور ص ۸۵

۷۔ ایضاً ۶۰

۸۔ ایضاً ۸۹

۹۔ ایضاً ۶۰

۱۰۔ ایضاً ۹۲

۱۱۔ پریم چند کچھ نئے مباحث، مانک ٹالہ، موڈرن پبلشنگ ہاؤس نئی دہلی اکتوبر ۱۹۸۸ ص ۱۵۰

۱۲۔ ایضاً ص ۱۵۱

۱۳۔ مجموعہ پریم چند، افسانہ پوس کی رات، سنگ میل پبلکیشن لاہور ۲۰۰۲ ص ۶۳۱

۱۴۔ مختصر اردو افسانہ فنی و تکنیکی مطالعہ ۱۹۴۷ کے بعد، ڈاکٹر نگہت ریہانہ، کالسکل پرنٹر دہلی نومبر ۱۹۸۶ ص ۹۸

۱۵۔ ان داتا، کرشن چندر، ایشیا پبلیشرز دہلی اپریل ۱۹۵۹ ص ۱۹

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

۱۶۔ اردو افسانہ روایت اور مسائل گوپی چند نارنگ، سنگ میل پبلیکشن لاہور، ۲۰۰۲ص ۳۵۶

۱۷۔ ایضاً ص ۵۳

۱۸۔ یاخدا، قدرت اللہ شہاب، سنگ میل پبلیکشنز لاہور ص ۵۱۔ ۵۲

۱۹۔ معیار، ممتاز شیریں نیاادارہ لاہور ۱۹۶۳ص ۱۷۳

۲۰۔ راہ میں اجل ہے۔ افسانہ ’’ تنہائی کے مکان میں ‘‘ زاہدہ حنا، دانیال کراچی ستمبر ۱۹۹۶ص ۱۰۳

۲۱۔ ایضاً ۱۰۴

۲۲۔ تاحال افسانہ ’’ خالی ہوا یہ دل ‘‘ فردوس حیدر، دی ریسرچ فورم، کراچی ۲۰۰۳ص ۳۷۹

۲۳۔ ایضاً ۳۸۴

۲۴۔ ایضاً ۳۸۵